

حافظ محمد طاہر المصطفیٰ
لیکچرر دی یونیورسٹی آف لاهور پکپتن کیمپس
پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی
شعبہ علوم اسلامیہ، بہاوالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

اردو ترجمہ قرآن پختہ نحوی تحلیل کا اثر (سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی روشنی میں تجزیہ کی مطالعہ)

Due to comprehensiveness and depth of Arabic language, especially a unique fluency, conjunction and different style of speech in Quran, the "Nahvees" have used many techniques (tarkeeb) of the Holy Verses. A step was taken in the form of Urdu translation to understand the concepts existing in the Holy Quran in Sub continent IndoPak. On the meanwhile the translators decoded the Holy Quran according to their own thoughts and previous related techniques (tarkeeb). In the result the meaning of the Holy Quran were not affected negatively but has created the comprehensiveness in the meaning of the Holy Quran

* ت اظہر من الشمس ہے کہ روئے زمین پر بولی جانے والی زبانوں میں & سے زیادہ فصیح و بلیغ زبان عربی ہے۔ اس کی دی وجہ اس میں * پانچ جانے والا مادہ اشتقاق ہے۔ عربی زبان کے ا - کلمہ سے کئی نئے کلمات بنائے جاتے ہیں اور ہر * کلمہ مختلف اور متعدد معانی کا حامل ہوتا ہے۔ یہ زبان تمام علاقائی زبانوں پر فوقیت تو پہلے ہی رکھتی لیکن اس کی فوقیت کو چارچہ * لگے۔ # اس زبان میں قرآن پاک کا بول ہوا۔ اور عربی زبان وادب کے معانی و مفاہیم، استعارات و کنایات، تشبیہات و تعلیقات اور امثال و محاورات میں بے شمار اضافہ ہوا۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کریم ﷺ کے ذریعے کیا گیا اپنے بندوں سے الٰہی خطاب ہے۔ یہ محض ای - کتاب ہی نہیں بلکہ ای - کلام معجزہ آسمانی ہے، جس میں شگفتگی الفاظ، عمدہ اسلوب، سلا & درجہ، فصاحت و بلاغت، سورتوں کا غیر معمولی آغاز و اختتام، منفرد * از بیان اور الفاظ کا حسین امتزاج قلب و روح کو تسکین بخشتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بڑے بڑے فصحاء اس کی مثل لانے سے قاصر رہے۔

علوم لغت عربیہ میں سے علم نحو - ایسا علم ہے جس میں ایسے قواعد و اصول بیان کیے جاتے ہیں جن کے ذریعے معروف اور F ہونے کے اعتبار سے اسم، فعل اور حرف کے الگ کی جا سکیں اور ان کے آپس میں تکیب دینے کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے۔ کلام عربی

میں متعلقات جملہ تین احتمالات میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتے۔

۱: مرفوعات

۲: منصوبات

۳: مجرورات

متعلقات جملہ ان تینوں احتمالات میں مختلف مقامات پر مختلف * از میں * ہم ایک لڑی کی شکل میں مربوط ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو ایک جملہ کہا جاتا ہے۔ کیا جائے تو اسے ”نحوی تحلیل“ کہتے ہیں۔ نحویوں کے ہاں قرآنی آیہ میں بھی ارکان جملہ کی متعدد ایک کی جاسکتی ہیں، اردو زبان میں #، اجم کا آغاز ہوا تو ایک میں اس اختلاف کا لڑ، جملہ قرآن میں بھی ظاہر ہوا۔ یہ مضمون میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ میں سے چند مقامات کی ۴۴ ہی کی گئی ہے اور وہاں مختلف اجم سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح ”نحوی تحلیل“ جملہ قرآن پر لڑا * از ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں جن مختلف اجم کو ۴۴ کے تحت ذکر کیا گیا ہے ان کے مترجمین کے اسماء اور اہم قلمی * م کا گوشوارہ درج ذیل ہے

ترجمہ	مترجم	قلمی * م
تفسیر القرآن و ہوالہدی والفرقان	سر سید احمد خان	سر سید
جمہ قرآن مجید	محمود الحسن دیوبندی	محمود الحسن
کنز الایمان	احمد رضا خان	احمد رضا
بیان القرآن	اشرف علی تھانوی	تھانوی
تفسیر ثنائی	ثناء اللہ امرتسری	امرتسری
جمان القرآن	ابوالکلام آزاد	آزاد
تفہیم القرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودی	مودودی
ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری	الازہری
عمدۃ البیان	مفتی غلام سرور قادری	مفتی غلام سرور
حین القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی	سعیدی
حین الفرقان	علامہ غلام رسول سعیدی	سعیدی ☆
بلاغ القرآن	محسن علی نجفی	نجفی

مثال نمبر ۱:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱)

اللہ کے * م سے شروع جو ہم * ن رحمت والا۔ (احمد رضا)

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے ترجمہ میں لفظ اللہ کو پہلے ذکر کیا اور پھر شروع وغیرہ کا ذکر کیا ہے اسی طرح مصنف نے بھی پہلے اللہ عزوجل کے ذکر کیا۔ * م کا ذکر کیا ہے بعد میں ابتداء کا ذکر کیا ہے۔

سے گمراہ ہو گئے۔ (تھانوی)

نہ آج میں بھی تکیب کلام میں اختلاف کی وجہ سے اختلاف ہے۔ پہلی تکیب کے مطابق ”غیر المغضوب علیہم وَلَا الضَّالِّينَ“ یہ سارا جملہ ”علیہم“ کی ”ہم“ ضمیر سے صفت بنے گا۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ A فتنہ وہی لوگ ہیں جو نہ معتبوب ہوئے اور نہ ہی گمراہ ہوئے ہیں اس تکیب کے مطابق حضرات محمود الحسن اور مودودی کے اجماع ہیں۔ اور دوسری تکیب کے مطابق ”غیر المغضوب علیہم وَلَا الضَّالِّينَ“ کی ”اُنعمت علیہم“ سے استثناء کر دی گئی ہے اور یہ استثناء متصل ہے۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ ہمیں A فتنہ لوگوں کے راستہ پر اور ان لوگوں کے راستہ سے محفوظ فرما جو تیرے غضب کا شکار ہوئے اور ان سے بھی جو گمراہی کی دلدل میں جا آئے۔ اس تکیب کے مطابق احمد رضا، تھانوی اور الازہری صا # کے اجماع ہیں۔ اس کے علاوہ اس آ # میں ”غیر المغضوب علیہم“ کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمین مفہوم و منشا قرآن کی در #، جمائی نہ کر سکے۔ مولا مودودی اور محمود الحسن صا # نے اس کا ترجمہ ”لتر #“ اور ”جو نہ معتبوب ہوئے“ اور ”نہ تیرا خصہ ہوا“ کیا ہے جبکہ تکی تمام مترجمین نے اس کا ترجمہ ”غضب ہی کیا ہے۔

لفظ مغضوب کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

”غضب کا معنی ہے انتقام کے ارادے سے دل کا کھولنا اور جوش میں #، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ غضب سے بچو کیونکہ یہ انگارہ ہے جو بنی آدم کے دل میں دکھتا ہے کیا تم غضب # ک شخص کی پھولی ہوئی رگوں اور اسکی سرخ آنکھوں کو نہیں دیکھتے، اور # اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے صرف انتقام مراد ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وغضب اللہ علیہ ولعنه۔ (النساء: ۹۳)

”المغضوب علیہم“ کی ا - تفسیر یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں (۶)

علامہ احمد سعید کا % نے ”مغضوب“ کا ترجمہ ”معتوب“ کرنے پر بہترین تعاقب کیا ہے۔

”ا - معاصر نے ”غیر المغضوب علیہم“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ”جو معتوب نہیں ہوئے“، یہاں ”مغضوب“ کا ترجمہ ”معتوب“ صحیح نہیں۔ عہد رسا { سے لیکر آج - کسی نے یہ ترجمہ نہیں کیا بلکہ ادنیٰ سے مل سے یہ واضح ہو جاتی ہے کہ غضب سے عتاب الہی مراد # مراد الہی کے خلاف ہے۔ اس لیے اللہ کا غضب انہی لوگوں کے ساتھ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اردہ انتقام فرمایا ہے۔ ”عتاب“ تو فی الجملہ دور رسولوں کی طرف بھی متوجہ ہوا ہے۔ @ کی متفق علیہ حدیث میں ہے حب اللہ علیہ (صحیح بخاری، جلد ۱، ص: ۲۳، صحیح مسلم، جلد ۲، ص: ۲۶۹) بلکہ سورۃ عبس کی تفسیر میں یہ حدیث وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن کثوم کی آمد پر فرمایا ”مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی“ جس کی وجہ سے مجھ کو عتاب ہوا اس کو خوش آمدید (تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۸۷۰) جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف بھی عتاب متوجہ ہوا۔ آ ”مغضوب“ کا ترجمہ ”معتوب“ صحیح مان لیا جائے تو کلیم و حبیب علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ”المغضوب علیہم“ میں شامل ہو جا N گے۔ واضح رہے کہ غضب جو اللہ کی صفت ہے وہاں اسکی C و صرف عقوبت # اور ارادۂ انتقام ہے۔ اور اس عتاب کا F مودت اور

محبت ہے اہل لغت نے عتاب کا معنی ”مخاطبۃ الادلال“ لکھتے ہیں، یعنی محبوب کی لاپ واپی اور بے توجہی۔ محبت بھری نگہ کا اظہار، صا #
لسان العرب اور ج العروس نے اس معنی پر بطور شاہد یہ شعر لکھے ہیں:

اعا ذی المودۃ من صدیق اذا مارا بنی منہ اجتناب
اذا ذهب العتاب فلیس ود وبتقی الود ماقی العتاب

محبت والے دو & کے ساتھ میں عتاب سے پیش آہ ہوں، # مجھے اس کی کنارہ کشی کا #یشہ ہو، # عتاب H تو محبت بھی نہ
رہی کہ محبت اسی وقت -- رہتی ہے۔ # -- عتاب * قی رہے، یعنی عتاب سے پیش آہ محبت کی K نی ہے آ کہا جائے کہ اردو لغت کی
کتابوں میں ”غضب“ کا معنی ”عتاب“ اور ”عتاب“ کا معنی ”غضب“ اور مغضوب کا معنی نہ عتاب لکھے ہیں تو عرض ہے کہ ہر ژ. ن کے
علماء لغت کی طرح اردو لغت والوں نے بھی اپنی اردو ژ. ن کے استعمالات و محاورات کو اردو لغت کی کتابوں میں جمع کر ڈی 1 قرآن ”اردو“
میں نہیں بلکہ ”عربی ژ. ن“ میں * زل ہوا ہے۔ ہر ژ. ن کے محاورات و استعمالات اسی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، اس لیے اردو
استعمالات عربی استعمالات کا قیاس در & نہیں ڈ. لخصوص قرآنی استعمالات میں غضب اللہ سے عتاب مراد * ی مغضوب کل۔ جمہ معتب
کل۔ کسی طرح صحیح نہیں ہے“ (۷)

، جمہ قرآن کا مقصد قرآن نہیں ہے اور اسی سے K ن کے عقا و اعمال میں حسن آہ ہے، لیکن آ C دی عقا * پ ضرب
لگے تو مترجم کی ذات سے عقیدت و محبت کو یا۔ طرف ر p ہوئے اس C دی عقیدہ کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے گا۔ مقام t و سا {
اور اسکی عظمت و رفعتوں کا لحاظ کل۔ ہمارے C دی عقا * میں سے ہے۔ جمہ کرتے ہوئے آ ان C دی عقیدہ کا لحاظ نہ کر سکے تو اس قرآن
نہی کا کیا مقصد ہے؟

علامہ کا % کے اس تبصرہ کے بعد ”مغضوب علیہم“ کل۔ جمہ ”معتوب ہوا“ ”غصہ ہوا“ کل۔ کسی طرح بھی منا & نہیں ہے۔ کیوے
اس سے معاذ اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور حضور نبی اکرم ﷺ کا ”مغضوب علیہم“ میں شمار ڈ. ہے اس لیے مذکورہ دونوں مترجمین کا۔ جمہ مقام
t و سا { کے منافی معلوم ڈ. ہے۔

مثال نمبر: ۳

وَيَمْلُكُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۸)

اور ڈھیل دیتا ہے انہیں * کہ اپنی سرکشی میں۔ لا رہیں۔ (الازہری)

اور ت قی دیتا ہے سرکشی میں (اور) حا { یہ ہے کہ وہ عقل کے * ھے ہیں۔ (محمود الحسن)

وہ اے رسی دراز کیے ڈ. ہے اور یہ اپنی سرکشی میں * ہوں کی طرح۔ لا چلے جاتے ہیں۔ (مودودی)

اور اے گراہی میں ٹکراتے ہوئے رے۔ (سر سید)

اور وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے اور اپنی سرکشی میں بھٹک رہے ہیں۔ (مفتی غلام سرور)

نہ آآ اجم دو اکیب کو مآ r p ہوئے کیے گئے ہیں

۳۷

* کیزگی کا ورد کرتے ہیں۔ (نجفی)

فرشتوں نے کہا: کیا آپ زمین میں اس کو (اپنا \$) بنا N گئے۔ جو اس زمین پہ دہشت آ دی کرے گا اور خون ریزی کرے گا (سعیدی ☆)

اس آ کی یہ کہتے اجم میں اختلاف کی وجہ کیب کلام میں اختلاف ہے۔ آ کی میں فرشتوں کی تسبیح کا ذکر ہے (وَحْنُ نُسُجِ مُحَمَّدٍ وَتُفَسُّ لَكَ) آ کی یہ حصہ ”تَجْعَلُ“ میں ا کی ضمیر ذوالحال سے حال واقع ہو رہا ہے۔ بعض مترجمین نے اسکو حال بناتے ہوئے ہی ”جمہ“ کیا ہے، جبکہ بعض نے اسے جملہ معطوفہ بنایا ہے۔ وہ مترجمین جنہوں نے اسے حال بنایا ہے انہوں نے ”جمہ“ میں ”حالا“ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو کہ حالیہ ہیں۔ ان میں حضرات الازہری، اور محسن علی نجفی شامل ہیں۔ اور بقیہ تمام مترجمین نے اس حصہ کو جملہ معطوفہ بنایا ہے۔ آ کی مذکورہ دونوں ”ا کیب در & ہیں 1 امام ابو حیان * لسی اور علامہ محمود آلوسی نے اس آ کی جو ”کیب بیان کی ہے اس سے فریق اول کی * G ہوتی ہے۔

DMNEèn'u èxUqDxQ900051a 6nU 44nvU0j +v0j

اور روح المعانی میں ہے۔ (وَحْنُ نُسُجِ مُحَمَّدٍ وَتُفَسُّ لَكَ) حال من ضمیر الفاعل فی (تَجْعَلُ) (۱۳)

اسی آ کی میں نُسُجِ مُحَمَّدٍ کا ”جمہ کرتے ہوئے“ کیب کا لحاظ کرنے میں مترجمین نے مختلف * ازاپنائے ہیں۔ چندے مترجمین ہی لفظی پبندی کا خیال ر p ہوئے صحیح ”جمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، امام ابو حیان * لسی نے اس حصہ کی دو ”ا کیب لکھی ہیں۔ نمبر ۱: ”مُحَمَّدٌ“ حال کی جگہ ہے اور * ”ا“ اس میں حال کے لیے ہے مثنیٰ یہ ”ی“ ہے کہ ہم تیری حمد کے ساتھ 8 س کرتے ہوئے تسبیح کرتے ہیں۔

نمبر ۲: * ”ا“ کے لیے ہے یعنی تیری حمد کے ا سے، تو معنی ہوگا کہ ہم تیری توفیق اور تیرے A م سے تیری تسبیح کرتے ہیں (۱۴) ان دونوں ”ا کیب کو A ر p ہوئے ”ا جمہ آ دوڑائی جائے تو پہلی ”کیب کے لکل مطابق ”جمہ احمد رضا صا # کا ہے۔ اور کسی حدت۔ یہی مفہوم الازہری صا # نے بھی ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو اس ”کیب کے مطابق مفہوم یہ ہوگا کہ فرشتے # * ری تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں تو اس میں حمد * ری تعالیٰ کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔

اب فرشتوں کی تسبیح کیا ہے اس کے رے میں مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد تسبیح خاص ہے۔ اور وہ (â³v³³%) pf á³v³³% 0 x³0³] اور اسے تسبیح 5 نکتہ بھی کہا جاتا ہے۔ (I çÜn Y p„0] ov0] á³v³³% (I æ†fr0]æ èÜÆ0] pf á³v³³% (I çÜxÜ0]æ

اور حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روائے ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا H کہ & سے افضل کلام کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ما اُصطفى الله لملائکته والعباده (سبحان الله و بحمده) (۱۵) اس حدیث * پک میں بیان کردہ تسبیح سے بھی ”کیب اول کی * G ہوتی ہے۔

ان ”ا جم میں سے ا۔ ”جمہ تھانوی صا # کا ہے جو کہ البحر المحیط میں بیان کردہ دوسری ”کیب کے مطابق کیا H ہے۔ تھانوی صا # نے لکھا ہے کہ (ہم) تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد الله ہمارے عرف میں بحمد الله کسی بھی کلام کے ساتھ \$ بولا جاتا ہے۔ # متکلم

مثال نمبر: ۶

DMTE áúâëðòéóáæúâêö ô×ü×äzôñä] ðñîåðñêø

اور وہ اس جادو کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کے زمانہ میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا۔ (مفتی غلام سرور)
اور پیروی کرنے لگے اسکی جو پڑھا کرتے تھے شیطان سلیمان کے عہد حکومت میں حالاً جے سلیمان نے کوئی کفر نہ کیا (الازہری)
اور پیروی کی اس چیز کی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت میں پڑھتے تھے (یہ سمجھ کر کہ سلیمان نے اس کو کیا ہے) اور سلیمان نے کفر نہیں
کیا۔ (مرسید)

اس آ کریمہ کی تکیب میں اختلاف کی وجہ سے "اجم میں اختلاف روپ" یہ ہوا ہے۔ آ میں اختلاف اور "اجم" کے مطابق الازھری اور مودودی صا # کے "اجم ہیں اور دوسری" تکیب کے مطابق الازھری اور مودودی صا # کے "اجم ہیں۔

مثال نمبر: ۷

[illegible]

لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جُڑ۔ بِل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پڑا۔ (احمد رضا)

وہ لوگوں کو (کفریہ) جادو سکھاتے تھے اور (وہ بنی اسرائیل) اس (جادو کے پیچھے بھی لگے) جُڑ۔ بِل (شہر) میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پڑے (آزمائش کے لیے)۔ H۱۔ (مفتی غلام سرور)

اور حوا { یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے۔ اور اس (سحر) کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پڑے۔ زل کیا H۱ تھا شہر جُڑ۔ بِل میں (جن کا م) ہاروت و ماروت (تھا)۔ (تھانوی)

اور لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور نہ H۱ تھا دو فرشتوں پڑے (شہر) جُڑ۔ بِل میں۔ (امرتسری)

لوگوں کو جادو اسی سکھاتے تھے۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جُڑ۔ بِل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پڑے اس طرح کی کوئی جُڑ۔ بِل زل ہوئی تھی۔ (آزاد)

اس کلام کی ”کیب میں بھی دو احتمال ہیں *۔ تو ”ما*۔ فیہ قرار دیا جائے اور اس جملہ کو معترضہ بنایا جائے تو اس صورت میں ”ہاروت

و مارتو، ”ہیٹلین“ سے بل بعض ہونگے۔ اور آکس کا مفہوم ہوگا کہ شیا لین ہاروت اور ماروت لوگوں کو جادو سکھاتے کرتے تھے۔ اور بل شہر میں فرشتوں پہ کچھ زل نہ کیا تھا۔ اس کیب کے مطابق امرتسری صا # کا ترجمہ ہے۔ علامہ قرطبی نے اسی کیب کو پسند کیا ہے اور فرما۔

DNLE ǎ]ç% ǒ] kE]xǎ Yæ ʼǎñÊ Ønî ʼú x ʼ]æ Øæʼjǒ] àú ènǒ] ǎnxÂ k xǒu ʼú ǒ]æ] ,,,â

۱۔ احتمال یہ بھی ہے کہ ”ما“ کلمہ فیہ ہی بناتے ہوئے اس جملہ کو مقررہ بٹا جائے۔ لیکن ہاروت اور ماروت کو ملکین سے بل بٹا جائے۔ اس کیب کے مطابق آزاد صا # کلمہ جمعہ ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس ”ما“ کو موصولہ بٹایا جائے اور اس کا عطف و ائتجاء تحت کیا جائے۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ یہود نے اس سحر کی بھی پیروی کی جی۔ بل شہر میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت*۔ زل کیا تھا۔ اس احتمال کو جمہور نے پسند کیا ہے۔ اس کے مطابق حضرات احمد رضا، تھانوی اور مفتی غلام سرور صا # کے اجماع ہیں۔

ان تینوں احتمالات کی وجہ سے "اجم میں جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ کوئی ایسا اختلاف نہیں ہے جو معانی قرآن کو مسخ کرے ہو بلکہ صرف ان فرشتوں کے "م اور سحر کے "ول کے "رے میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ جن پر ایمان رکھنا ایمان ہے "تی کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جس سے مسلمانوں کے کسی عقیدہ میں فرق آ رہا ہو "ہدا کا سامان نہ ہم پہنچ سکتا ہو جو کہ قرآن کا طرہ امتیاز ہے۔

اس کے علاوہ ان "اجم میں اختلاف تو سین میں آ "ہے۔ مترجمین نے اپنے "اجم کو کھل اوڑھ کر محاورہ بتانے کے لیے تو سین میں کچھ الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے۔ جو آ "چہ "جمہ نہیں لیکن عبارت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان تو سین میں موجود الفاظ بھی معانی قرآن میں تبد "کا "نہیں۔

مزید ان اجم میں عربی قواعد کے لحاظ کا بھی اہ ہے۔ مضارع پ. # کان داخل ہو تو وہ اسے ماضی استمراری کے معنی میں کر دیتا ہے۔ خالی مضارع زمانہ حال کا معنی دیتا ہے۔ مستقبل کا معنی دیتا ہے۔ نز آ۔ اجم میں میں سے تمام میں ”یَعْلَمُونَ“ کا تہ جمہ ”سکھاتے“ کرتے تھے“ ”سکھاتے تھے“ کیا ہا ہے جبکہ صرف احمد رضا صا # کا تہ جمہ ایسا ہے جس میں ”سکھاتے ہیں“ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو کہ قواعد 2 لغت کے عین مطابق ہے۔

مثال نمبر: ۸

DNMEp, $\partial_{\bar{t}}^2 \bar{u}^{\text{DNMEp}}$ p, $\partial_{\bar{t}}^2 \bar{u}^{\text{DNMEp}}$

تو ہدایہ کا وہی راستہ ہے۔ جس کو: انے پلا۔ (تھانوی)

کہہ دیجیے: یقیناً اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ (منجفی)

تم فرما دو اللہ ہی کی ہداۃ ہداۃ ہے۔ (احمد رضا)

صاف کہہ دو راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا۔ (مودودی)

تو کہہ دے جو راہ اللہ بتلا دے وہی سیدھی راہ ہے (محمود الحسن)

اس آ کی ت کیب یہ ہے: ”ان“ حرف از حروف مشبہ * لفعْل، (ہدی اللہ) مر! اضافی ہو کر ’ان‘ کا اسم اور ضمیر منفصل۔ اے ن اور اُہدی خبر ہے۔

اب صحیح جمہ وہی ہوگا جس میں ت کیب کلام کا بھی خیال رکھا گیا ہو اور جمہ کا معنوی حسن بھی۔ قرار ہے ت کیب کلام کا پبندی کا لحاظ کرتے ہوئے حضرات محمود الحسن، احمد رضا، اور محسن علی نجفی صا # نے جمہ کیا ہے۔ یعنی جو کلمات ت کیب کلام میں ”ان“ کا اسم بن رہے ہیں جمہ میں بھی انہیں اسم کی جگہ ہی رکھا گیا ہے۔ اور خبر یہ کلمات کو جمہ میں بھی خبر کے مقام پر ہی رکھا گیا ہے۔

جبکہ مولانا تھانوی اور مودودی صا # کا جمہ اس تناظر میں در & معلوم نہیں ہوتا۔ فاضل مترجمین نے ”ان“ کے اسم کی جگہ خبر اور خبر کے جمہ کی جگہ اسم کا جمہ کر ڈیا ہے۔ اور یہ اس آ کا جمہ ہے ”قل ان الہدی ھدی اللہ“ (البقرہ، ۷۳) ہم یہاں یہ تو نہیں کہ h کہ مترجمین عربی قواعد نحو یہ متوقف تھے ہم انہوں نے محض ت جمانی کا اسلوب اپنایا ہے۔

مثال نمبر ۹:-

DNNE*Enaahg/0000

ان سے کہہ دیجیے: (نہیں) بلکہ یسوی سے ملت۔ اہمی کی پیروی کرو۔ (محسن علی نجفی)

آپ کہہ دیجیے کہ ہم تو ملت۔ اہم پر رہیں گے۔ جس میں کجی کا م نہیں ہے۔ (تھانوی)

آپ فرمائیے میرا دین تو دین۔ اہم ہے۔ جو طل سے منہ موڑنے والا حق پسند تھا۔ (الازھری)

ان سے کہو: ”نہیں“ بلکہ & کو چھوڑ کر۔ اہم کا طر i۔ (مودودی)

(ان سے) فرمادو، بلکہ ہم تو ملت۔ اہم کے پیروکار ہیں جو دین حق پر قائم اور طل سے بے اتھے۔ (مفتی غلام سرور)

مذکورہ لا آ کے اجم میں اختلاف ت کیب کلام میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ آ میں دو مقامات کی ت کیب قابل غور ہے

نمبر ۱: مِلَّةٌ اِبْرٰہِیْمَ

نمبر ۲: عٰقِبًا

امام ابو حیان * لسی نے آ میں ”مِلَّةٌ“ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔

نمبر ۱: منصوب علی اضمار فعل

نمبر ۲: منصوب علی الاغراء (۲۳)

۱: منصوب علی اضمار فعل سے مراد ہے کہ ”مِلَّةٌ اِبْرٰہِیْمَ“ سے پہلے کوئی فعل مضمّر ہے جس کا یہ مفعول بن رہا ہے۔ اور مفعول منصوب ہوتا ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ ”مِلَّةٌ اِبْرٰہِیْمَ“

۲: منصوب علی الاغراء یہ ہے کہ # مخاطب کو کسی پسندیدہ کام پر اکسایا جائے۔ جس پر اکسایا جائے اسے منصوب ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے ”الزم“ فعل محذوف ہوتا ہے۔ یہاں ”مِلَّةٌ اِبْرٰہِیْمَ“ منصوب علی الاغراء ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ ”الزموا مِلَّةً اِبْرٰہِیْمَ“

”مِلَّةٌ اِنْ اِئْتَمَّ“ کے ان دو محلات کو مِلَّہ رکھ کر اَ، ت اجمہ غور کیا جائے تو حضرات تھانوی اور مفتی غلام سرور صا # کے ”اجمہ“ منصوب علی اضار فعل“ کے تحت کیے گئے ہیں۔ یعنی تیج ملۃ۔ اہیم۔ ہم ملت۔ اہی کی پیروی کریں گے۔ اور حسن علی نجفی صا # نے ”جمہ منصوب علی الاغراء کے تحت کیا ہے۔ یعنی۔ الزموا ملۃ۔ اہیم۔ ملت۔ اہی کی کو لازم پکڑو۔ امام ابو حیان # کی مزید لکھتے ہیں:-

DNPEX Í æ,,vÚ],jřú t†ì çâZ èxÚ ÆÊte Ûna]te] èxÚ Øe èxÁ oe] àe] æ t†Âÿ](~Útâ àe] ð]t†æ

، ”جمہ: ابن ہر مزل، الاعرج اور ابن ابی عبلة نے اسے ”مل ملۃ۔ اہیم“ رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ مبتدا محذوف کی خبر ہوگا۔

اس کی پ کو مِلَّہ ر p ہوئے الازھری صا # نے ”جمہ کیا ہے۔“ میرا دین تو دین۔ اہیم ہے“ اب دوسرے کلمہ کی طرف آتے ہیں۔
”تحقیقاً“

علامہ # لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ * تو اہیم سے حال واقع ہو رہا ہے۔ ملۃ سے۔۔۔ ا۔ اہیم سے حال ہو تو اسکے مطابق حضرت الازھری مفتی غلام سرور صا # کے ”اجمہ ا۔ ملۃ سے حال ہو تو تھانوی صا # کا ”جمہ اس کے مطابق C ہے۔ آ۔ کے اس حصہ کی مختلف ایک سے یہ واضح ہے کہ اس کا محاورہ ”جمہ کرنے کے لیے اسکے بعض کلمات سے قبل کچھ افعال محذوف ماننے پڑتے ہیں۔ مودودی صا # نے ان محذوف افعال کا خیال کیے بغیر ”جمہ کیا ہے۔ الازھری اور مفتی غلام سرور صا # کا ”قل“ کا ”جمہ کرتے ہوئے M” فرمائیے اور فرمادو“ کے الفاظ استعمال کرو، مترجمین کے ذوق کی علامت ہیں۔
مثال نمبر: ۱۰

DNQE *Úpâse]Pa] hz,Úhâaap]Úpâa] p tæpæ

اور کاش! (اب) جان ے جنہوں نے ظلم کیا (جو وہ اس وقت جا 3 گے)۔ # (آنکھوں) سے دیکھ لیں گے عذاب کہ ساری قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ (الازھری)
اور کاش! ظالم لوگ (د* کا) عذاب دیکھتے وقت (یہ) جان ے کہ عذاب اس سے بھی سخت ہوگا (اور قوت اللہ ہی کے لیے ہے۔ (سعیدی ☆)
ا۔ یہ ظالم (د* میں اس عذاب کو) جان ے جس عذاب کو یہ قیامت کے دن دیکھیں گے (تو یہ د* میں ضرور اقرار کر ے) کہ تمام قوت اللہ ہی کے لیے ہے۔ (سعیدی)
کاش یہ ظالم لوگ عذاب کا مشاہدہ کر ے کے بعد جو کچھ سمجھنے والے ہیں اب سمجھ ے کہ ساری قوتیں صرف اللہ ہی کے لیے ہیں۔ (نجفی)
اور کیسے ہوا! دیکھیں ظالم وہ وقت۔ # کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لیے کہ سارا زور: اکو ہے۔ (احمد رضا)

اس آء کی نحوی تحلیل کچھ یوں ہے: واؤ مستانفہ، لو حرف شرط ”یرای“ فعل مضارع معروف ”الذی“ اسم موصول ”ظلموا“ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائبا ہے اس میں واؤ جمع فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر اسم موصول کا صلہ ہے، اسم موصول اور صلہ ملکر ”یرای“ کا فاعل، ”اذ“ ظرفیہ ہے، ”یون“ فعل مضارع معروف، واؤ جمع فاعل اور ”العذاب“ مفعول بہ ہے۔ فعل اپنے متعلقات سے ملکر ”اذ“ کی ظرف ہے، ظرف اور مضاف ملکر ”یرای“ کا مفعول بہ ہے۔ اور ”اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا“ پورا جملہ O ہے۔ جبکہ دوسری تکیب کے مطابق ”اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا“ بھی ”یرای“ کا مفعول C ہے۔ اور ”لو“ کا مفعول محذوف ہے۔

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف ؒ لکھتے ہیں:-

”المعنی (ولو ی الذین ظلموا) یوم القیامۃ (انہ یون العذاب) حین تخرج الیہم جہنم من مسیرۃ خمسائۃ عالم العلما (ان القوۃ) والقدرة (للہ جمیعاً) وقیل: لو یعلمون فی الد * ما یعلمونہ انہ یون العذاب لا قرحاً بن القوۃ للہ جمیعاً ای لیتبرؤ من اللہ * ادوالثانیۃ من رؤیۃ العین“ (۲۶)

ترجمہ: آء کا معنی یہ ہے کہ۔ # وہ یوم قیامت کے عذاب کو دیکھیں گے اور انہیں پچھ سو سال کی مصافت طے کر کے جہنم کی طرف لایے جائے گا۔ تو وہ جان لیں گے کہ قوت و قدرت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور ا۔ قول یہ بھی کیا H ہے کہ جس کو وہ عذاب کو دیکھ کر جا 3 گے اسے A * میں جان جا N تو وہ یقیناً اقرار کریں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ یعنی وہ شرا ! داری سے بزر آ جا N گے، اور دوسری رؤی ؒ سے دیکھنا ہے۔

مفسرین کے بیان کردہ معانی کے بعد ترجمہ اجمہ غور کیا جوئے تو پتا چلتا ہے کہ علامہ الا زہری اور نجفی نے ”یرای“ کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ عذاب کو دیکھنے کے بعد جو ان میں جو فہم اور ادراک کی صلاح A پیدا ہوگی کاش وہ آج پیدا ہو جاتی تو وہ کہہ اٹھتے کہ تمام قوت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

علامہ سعیدی نے دوسرے ترجمہ میں ”یرای“ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ A وہ عذاب قیامت کو د * میں دیکھ ے تو یقیناً اقرار کر ے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی تمام قوتیں ہیں۔ علامہ الا زہری، سعیدی اور نجفی صا # کے ان ترجمہ کو ا۔ ہی تکیب کے مطابق کیا H ہے کہ یعنی ”اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا“ H ہے۔

جبکہ علامہ سعیدی نے اپنے پہلے ترجمہ میں یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ د * وی عذاب (جو کہ ان پہ مسلط کیا H ہے) کو دیکھ کر وہ قیاس کر کے کاش یہ جان ے کہ عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا اور یہ بھی جان ے کہ اللہ ہی تمام قوتوں کا مالک ہے۔ اس ترجمہ میں دوسری تکیب کو مآ رکھا H ہے یعنی ”اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا“ کو بھی ”یرای“ کا مفعول H ہے۔

جبکہ احمد رضا صا # نے استفہامیہ * از میں ترجمہ کیا ہے کہ۔ # سارا زور: اکٹے پس ہے تو پھر۔ # وہ اس عذاب کو دیکھیں گے تو ان کی کیا حاک ہوگی؟

علامہ الا زہری و نجفی اور سعیدی صا # نے ترجمہ میں ”کاش“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن کلام الہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے * رے میں ارشاد فرمایا ” اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ“ (البقرہ: ۲۰)۔ تو قادر مطلق کے کلام کے ترجمہ میں ”کاش“ کے الفاظ استعمال کرو۔

منا & نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عجز و دلا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ عجز سے پاک ہے، یہ بندوں کی صفت ہے۔

مثال نمبر: ۱۱

DNSE U0A10QpaaDyU00fzjD

تمہیں B کا حکم H ہے اور وہ تمہیں گوار ہے۔ (مودودی)

تمہیں B کا حکم H ہے جبکہ وہ تمہیں گوار ہے۔ (نجفی)

تمپ اللہ کی راہ میں لڑا فرض کیا H ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے (طبعاً) گوار ہے۔ (مفتی غلام سرور)

لڑائی کا تمہیں حکم H ہے اور وہ تمہیں گوار ہے۔ (آزاد)

جہاد لڑا تمپ فرض کیا H ہے اور وہ تم کو ا ہے۔ (تھانوی)

اس آ کے اجم میں معمولی اختلاف نحوی تحلیل میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ آ کی تکیب پیش: مت ہے۔ اس آ

میں کلمہ ”واو“ کے دو محل ہیں۔

نمبر ۱: واد حالیه

نمبر ۲: واد عاطفه

واد عاطفه ہونے کی صورت میں ”ہو کزہ لکم“ کا عطف ماقبل جملہ ”کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْفِتْنُ“ پ ہے اور ا یہ واد حالیه ہو تو مابعد جملہ ”الْفِتْنُ“ سے حال ہے۔ نہ آ اجم میں سے صرف مفتی غلام سرور صا # کا ”جمہ ایسا ہے جو کہ تکیب اول کے مطابق کیا H ہے یعنی واد کو حالیه بناتے ہوئے جمہ میں اس کے لیے ”حالاً“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جبکہ د تمام مترجمین نے واد کو عاطفه بناتے ہوئے جمہ کیا ہے۔

اسی آ میں دوسرا قابل غور کلمہ ”کزہ“ ہے۔ اس کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابو حیان * لکھتے ہیں:-

DNSE U0A10QpaaDyU00fzjD

DNTEUeaj+O0] < E0D0Aq U0jI0] eaj+O0 oE0E00] e0V0U0] æ] (Í ^—U0] Í „u oxÂ çâE... , ' U0]

, جمہ:- یعنی تمہارے لیے یہ پسند ہے۔ اور یہ U بمعنی مقبوض کے ب سے ہے۔ اور مفعول کی بجائے مصدر کا ذکر کڑا۔ لوگوں

کی قتال میں کراہت کے مبالغہ کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ اس لیے N کراہت کو بیان کرنے کے لیے مصدر کو ذکر کیا ہے۔

, جمہ میں اس کراہت قتال کے مبالغہ کو صرف مفتی غلام سرور نے اپنے ”جمہ میں ”طبعاً“ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے کیا ہے جبکہ د

مترجمین نے اس کا لحاظ نہیں رکھا۔

مثال نمبر ۱۲:-

DNUE à,0gsh0ç0U0f0az0g0,0a0 «—00

ماں کو ضرر نہ دے جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اسکی اولاد سے۔ ماں ضرر نہ دے بچے کو اور نہ بی اولاد والی بی اولاد

کو۔ (احمد رضا)

نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے اور نہ ہی پ کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ (مودودی)

ماں کو اسکے بچہ کی وجہ سے پ کی طرف سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ مائیں اپنے بچہ کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ پ کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے۔ پ بچے کو نقصان پہنچائے (مفتی غلام سرور)
نہ نقصان ڈیا جائے ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ ہے یعنی پ کو اس کے بچہ کی وجہ سے۔ (محمود الحسن)
کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کئی پ کو تکلیف دینی چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے۔ (تھانوی)
وہ میاں بیوی جنکی آپس میں ب ائی ہوگئی ہو اور ا ع ہاں دودھ پیتا بچہ بھی ہو۔ اُن کے متعلق احکام اس آ کے میں بیان کیے جا رہے ہیں کہ نہ پ اپنے بچہ کی وجہ سے تنگ کرے اور نہ ہی ماں اپنے بچہ کی وجہ سے تنگ کرے۔

اس آ کے اجم میں اختلاف ”نکھار“ میں پائے جانے والے دو احتمالات کی وجہ سے ہے۔ ”نکھار“ مضاعف ثلاثی مزید فیہ کئے۔ ب مفاعلہ سے فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غا ہے۔ مضاعف ثلاثی مزید فیہ کئے۔ ب مفاعلہ کے مضارع معروف اور مجہول کے صیغہ بظاہر ہم شکل ہوتے ہیں 1 اصل میں مضارع معروف ین کلمہ اور مجہول مفتح عین کلمہ ہے۔ اس لیے کلمہ ”نکھار“ کی دو حالتیں ہیں۔

۱: معروف (معروف ہونے کی صورت میں اسکی اصل ”نکھار“ ہے)

۲: مجہول (مجہول ہونے کی صورت میں اسکی اصل ”نکھار“ ہے)

معروف ہونے کی صورت میں ”والدہ“ ”نکھار“ کا فعل بنے گا اور معنی یہ ہے کہ نہ تو ماں اپنے بچہ کو نقصان پہنچائے اور نہ ہی پ اپنے بچہ کو نقصان پہنچائے۔ مجہول ہونے کی صورت میں ”والدہ“ ”نکھار“ کا الفاعل ہوگا اور معنی یہ بنے گا۔ والدہ کو اسکے بچہ کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ پ کو بچہ کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے۔

ہمارے فاضل مترجمین میں سے حضرات محمود الحسن، تھانوی اور مودودی صا نے ”نکھار“ کو مجہول بناتے ہوئے جمہ کیا ہے۔ اور احمد رضا صا نے پہلا جمہ اور مفتی غلام سرور صا نے کا دو جمہ جو قوسین میں کیا ہے وہ بھی ”نکھار“ کو مجہول بناتے ہوئے کیا ہے۔ جبکہ احمد رضا صا نے کا دوسرا جمہ اور مفتی غلام سرور صا نے کا قوسین والا جمہ ”نکھار“ کو معروف بناتے ہوئے کیا ہے۔

اس صریح تحلیل کا معانی قرآن کوئی نہیں دے سکتا بلکہ معانی میں وسعت پیدا ہوئی ہے۔

”نکھار“ کو معروف و مجہول بنانے کی صورت میں ضرورت یہ ہوگی کہ عورت کو اسکی مرضی کے خلاف دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے اور مرد کو نقصان پہنچا یہ ہے کہ عورت دودھ پلانے کی اذیت دے طلب کرے۔ اور عورت کا بچے کو نقصان پہنچا یہ ہے کہ اس کو وقت پ دودھ نہ دے اور اس کا خیال نہ رکھے اپنے ساتھ ہلا کے بعد چھوڑ دے اور پ کا بچہ کو ضرر دینا یہ ہے کہ مانوس بچہ کو ماں سے چھین لے یاں کے حق میں کھائی کرے جس سے بچہ کو نقصان پہنچے۔

DOLEX, n. 0899999999 «—»

۱۔ قرآن میں غور و فکر :- مطلوب اور پسندیدہ عمل ہے۔

۳۔ ”جمہ قرآن کریم نحوی تحلیل کا بھی اہم ہوتا ہے۔“

۵۔ ”جمہ میں اس حد۔“ قوسین کے استعمال سے، کیا جائے کہ ”عبارت“، ”جمہ سے“ ”ذیہ“ ”تفسیری حاشیہ“ محسوس ہو۔

۶۔ صرفی تحلیل بھی نحوی تحلیل کا پہلو ہے اور پھر جملہ قرآن کا * از ہوتی ہے۔

(١) الفاتحة:

(٣) ابوحيان، محمد بن يوسف؛ لى، البحر المحیط، بیروت: دارالکتب العلمیہ، اول ٤١٣١ھ، الجزء الاول، ص: ١٢٣.

(۴) سعیدی، غلام رسول، علامہ **ع** بن الفرقان، لاہور: ضیاء القرآن **آ** X، ۲۰۱۵ء، جلد اول، ص: ۱۳۱۔

(۵) الفاتحہ:

(٦) اصفهانی، الحسین بن محمد راغب، علامه، المفردات، إيان: المكتبة الرضویة، ۱۴۳۲ھ، ص: ۳۶۱

(۷) ۵۰٪ شاہ، سید احمد سعید، التبیان، ملتان: ۵۰٪ پبلیکیشنز، ۱۹۹۳ء، جلد اول، ص: ۳۲-۳۳

(٨) البقره: ١٥

(۹) دیوبندی، محمود الحسن؛ "جمہ قرآن مع موضح الفرقان، کراچی: دارالتصنیف، ص: ۵

(۱۰) تفتازانی، سعد الدین، علامہ، شرح العقائد النسفیہ، ملتان: مکتبہ امدادیہ، ۱۹۹۸ء، ص: ۷۱۔

(۱۱) البقره: ۳۰

(١٢) ابو حمان، محمد بن يوسف ^١ لسی، البحر المحیط، الجزء الاول، ص: ٢٩١

(١٣) آلوسی، ابو الفضل محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، بیروت: دار احیاء التراث العربی، الجزء

الاول، ص: ۲۲۲، س. ۱۰

(١٢) ابو حيان، محمد بن يوسف رحمته الله ، البحر المحيط، الجزء الاول، ص: ٢٩١

(۱۵) ایضاً، ص: ۲۹۱

- (١٦) البقرة: ٦٠
- (١٧) ايضا: ٦٥
- (١٨) ايضا: ١٠٢
- (١٩) ايضا: ١٠٢
- (٢٠) قرطبي، ابو عبد الله محمد بن احمد، الجامع لاحكام القرآن، الجزء الثاني، ص: ٥٠
- (٢١) البقرة: ١٢٠
- (٢٢) ايضا: ١٣٥
- (٢٣) ابو حيان، محمد بن يوسف، البحر المحيط، الجزء الاول، ص: ٥٤٤
- (٢٤) ايضا: ص: ٥٤٤
- (٢٥) البقرة: ١٦٥
- (٢٦) ابو حيان، محمد بن يوسف، لسي، البحر المحيط، الجزء الاول، ص: ٦٣٦
- (٢٧) البقرة: ٢١٦
- (٢٨) ابو حيان، محمد بن يوسف، لسي، البحر المحيط، الجزء الثاني، ص: ١٥٢
- (٢٩) البقرة: ٢٣٣
- (٣٠) ايضا: ٢٨٢